OPEN ACCESS
Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
www.tadabburjournal.com
Peer Reviewed Journal
ISSN (print):
ISSN (online):

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia (TUIRJ)
Volume:2, Issue2: July 2021

عہدِ نبوی، خلافتِ راشدہ، بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں کرنسیوں کا تاریخی جائزہ

A Historical Review of Currencies in the Age of Prophethood, Righteous Caliphate, Umayyads and Abbasids

Published: 01-07-2021
Accepted: 15-05-2021
Received: 20-4-2021

Muhammad Madni
Lecturer :Post Graduate college BahawalpurEmail:
muhammadmadni446@gmail.com

Abstract:

Currencies have always been very important, they have a long history in the Islamic State and they also have a history of changes and transformations. Due to the fact that many rules and obligations of Jizyah, Diyat, Mahr and Hudood are related to currency, the scholars have copied their research and rules in detail. On the contrary, the scholars have given it so much importance that it has been considered by Allah as the greatest reward for the servants. Imam al-Ghazali writes in Ahl al-Uloom al-Din's Kitab al-Shukr: And what becomes gratitude for the blessings, for example, that Allah created dirhams and dinars and from them the world is established.Since cash and currency are both necessary and useful to the general public, and from them the world is governed and worldly affairs depend on them, it is necessary to mention in some detail the history of Islam and the evolutionary stages. Prior to this, some words and discussions on the nature of pre-Islamic currency seemed appropriate.

Key Words: Currencies, obligations, history, general public, evolutionary, pre-Islamic.

ہمیشہ سے ہی کرنسیوں کو بہت اہمیت حاصل رہی، اسلامی ریاست میں ان کی ایک طویل تاریخ ہے اور ان کی تبدیلیوں اور تغیرات کی بھی ایک تاریخ ہے، قدیم وجدید سلف وخلف سبھی اس کا لین دین کرتے رہے، عبادات، معاملات جیسے زکوۃ، خراج، جزیہ، دیت، مہر اور حدود کے کثیر احکام وواجبات کرنسی سے متعلق ہونے کی وجہ سے علماء نے ان کی ابحاث واحکام کو تفصیل سے نقل وضبط کیا ہے۔

بلکہ علماء نے تو اتنی اہمیت دی ہے کہ اللہ کی طرف سے اسے بندوں پر سب سے بڑا انعام شمار کیا ہے۔

امام غزالی 'احیاء علوم الدین' کے 'کتاب الشکر' میں لکھتے ہیں "ہم ان مخفی حکمتوں کی ایک مثال بیان کرتے ہیں جو زیادہ مخفی نہیں ہیں تاکہ اس سے سبق لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ہمارے کس عمل سے نعمتوں کی ناشکری ہوتی ہے اور کونسا نعمتوں کے لیے شکر بن جاتا ہے، مثال یہ ہے کہ اللہ نے درہم اور دینار پیدا کئے اور ان سے دنیا کا انتظام قائم ہے"۔

چونکہ نقود اور کرنسی ضرورت بھی ہے اور عامۃ الناس کے لئے مفید بھی، اور انہیں سے دنیا کا انتظام قائم ہے اور انہیں پر دنیاوی معاملات کا مدار ہے، اسی لیے اس حوالے سے کچھ تفصیل سے تاریخ اسلام اور ارتقائی مراحل کا ذکر ضروری ہے البتہ اس سے قبل از اسلام کرنسی کی نوعیت پر کچھ کلام اور بحث مناسب معلوم ہوتی ہے۔

ا۔زمانہ جاہلیت میں عرب کی کرنسیاں

اسلام سے قبل عربوں کے لئے لین دین کے لئے کوئی خاص مالیاتی یونٹ نہیں تھا، بلکہ اس وقت رائج جو کرنسی تھی وہ رومن دینار، فارسی درہم اور کہیں کہ یہ حمیری درہم استعمال ہوتے تھے، کیونکہ زیادہ تر تجارت پڑوسی ممالک کے ساتھ ہوتی تھی، بالخصوص قریش سردی میں یمن اور گرمی میں شام کی طرف سفر تجارت کرتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْ—شٍO اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّ ّتَاۗءِ وَالصَّيْفِ(1)

"چونکہ قریش مانوس ہوئے۔(یعنی) جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس"

اور واپسی پر اس سونے کے رومن دینار اور چاندی کے فارسی درہم اور کبھی کبھار حمیری درہم ساتھ لاتے تھے۔(2)

تاہم درہم اور دینار کے ساتھ لین دین گنتی کی بجائے وزن کے ذریعے کیا جاتا تھا یعنی سونے چاندی کی ڈلیوں کے ذریعے معاملات کیے جاتے تھے اور یہ ڈلیاں سکے کی شکل میں ڈھلی ہوئی نہیں ہوتی تھیں، بلکہ وزن کرکے انہیں لین دین میں استعمال کیا جاتا تھا۔

بلاذری فرماتے ہیں۔

"زمانہ جاہلیت میں ہرقل کے دینار مکہ میں لائے جاتے تھے اور وہاں سے فارس کے بغلی دینار واپس جاتے تھے، تاہم اس وقت ان کا لین دین وزن کے اعتبار سے ہوتا تھا، اور اس زمانے میں ایک مثقال کا وزن بائیس قیراط سے کچھ کم تھا اور دس درھم کا وزن سات مثقال ہوتا تھا تو گویا ایک رطل دس اوقیہ کا اور ہر اوقیہ چالیس درہم کا تھا".(3)

مقریزی لکھتے ہیں۔

"زمانہ جاہلیت میں عرب کے سکے صرف سونے اور چاندی کے ہوتے تھے جو مختلف ممالک سے آتے تھے روم سے سونے کے

1۔ قریش، ۱۰٦:۱۔۲

2۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۹٦

3۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۴۸

قیصری دینار اور چاندی کے درہم دو طرح کے آتے تھے بغلی اور طبری"۔

ایک اور مقام پر مقریزی لکھتے ہیں۔

اہل مکہ کے ہاں درہم بھی ایک مخصوص وزن کا نام تھا اور دینار بھی مخصوص وزن کا نام تھا جو کہ ڈلی کی شکل میں ہوتے تھے۔(4)

یعنی ان درہم اور دینار کے سکوں کی قیمت بالکل دھاتی ٹکڑوں کی مساوی ہوا کرتی تھی لہٰذا ان سکوں کو کرنسی کے طور پر استعمال کیا جاسکتا تھا اور دھاتی ٹکڑوں کے طور پر بھی۔

۲۔عہد نبوی ﷺ کی کرنسیاں

جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اپنے دور میں مسلمان انہی فارسی، رومی اور دیگر رائج کرنسیوں کے ذریعے ہی لین دین کیا کرتے اور معاملات نمٹاتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں اس پر برقرار رکھا۔

بلاذری لکھتے ہیں.

زمانہ جاہلیت میں قریش کے ہاں چند اوزان تھے، اسلام کے آنے کے بعد بھی قریش کے انہیں اوزان کو برقرار رکھا گیا، قریش کے ہاں چاندی کے مخصوص وزن کو درہم اور سونے کے مخصوص وزن کو دینار کہا جاتا تھا، وزن کے اعتبار سے ان سے لین دین کیا کرتے تھے توجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لائیں تو اسے برقرار رکھا(5)

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذریعے معاملہ بھی کیا تھا، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے چار سو اسی (489) درہم میں کیا تھا۔(6)

اور اسی طرح آپ صلی اللہ وسلم نے بھی انہی درہم اور دنانیر کے ذریعے فرض کی تھی چنانچہ ہر بیس دینار میں نصف دینار اور ہر دو سو درہم میں پانچ درہم فرض کیے تھے۔

مقریزی لکھتے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آپ صلی اللہ وسلم نے اہل مکہ کو انہی نقود اور اوزان کے ساتھ معاملات کو بحال رکھا اور فرمایا اہل مکہ کا وزن معیار ہے۔ اور آپ نے مال کی زکوۃ بھی انہی کی بنیاد پر متعین فرمائی۔ چنانچہ ہر خالص پانچ اوقیہ چاندی میں 'نواۃ' یعنی پانچ درہم واجب کیے اور ہر بیس دینار میں نصف دینار واجب کیا" جیسا کہ حدیث اور فقہ کی کتب میں مذکور ہے۔(7)

اور مسلمان اپنی تاریخ کے ابتدائی ادوار میں غیر ملکی نقود جیسے رومی دینار، فارسی درہم کی پرانی شکل وصورت اور نوعیت میں تبدیلی کے بغیر ہی ان کے ذریعے لین دین کرتے تھے، جس کی وجہ شاید یہ تھی کہ مسلمانوں کی زیادہ تر توجہ اسلامی بنیادوں کی مضبوطی اور دولت اسلامیہ کی تقویت پر مرکوز رہی، اور دولت اسلامیہ کے دوام اور بقاء اور مخالفین کو انضمام کی دعوت اور ان کے مقابلے میں مصروف عمل رہے جس کی وجہ سے اس طرف زیادہ توجہ نہ دے سکے۔

4۔ المقریزی، تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر، شذور العنقود فی ذکر النقود (النقود الاسلامیۃ) تحقیق، محمد السید بحر العلوم، منشورات المکتبۃ الحیدریۃ و مطبعتھا، النجف ۱۳۸۷ھ، ۱۹۶۷م، ص ۵

5۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۴۸۔۴۴۹

6۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱۹/۸۔۲۱

7۔ المقریزی، شذور العقود، ص ٦

۳۔ خلفاء راشدین کے عہد کی کرنسیاں

رسول اللہ صل وسلم کی رحلت کے بعد جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی خلافت کے دور میں مسلمان انہی روم میں دینار اور فارسی درہم سے لین دین کرتے رہے۔

اس سلسلے مقریزی لکھتے ہیں۔

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر آئے انہوں نے رسول اللہ کی سنت پر ہی عمل کو ترجیح دی، اور سکوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔(8)

لیکن جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو انہوں نے دیکھا کہ مختلف وزن کے درہم رائج ہیں، بغلی، طبری، مغربی اور یمنی سب رائج تھے، لیکن زیادہ استعمال بغلی اور طبری دراہم کا تھا تو انہوں نے سب کو جمع کیا اور جو متوسط تھا اسے لے لیا جو چھے دانگ کا تھا، تو اسلامی درہم چھے دانگ کا ہوا اور ھر دس درھم کا وزن سات مثقال ہوا۔

اور ماوردی درہم اسلامی کے چھے دانگ کے ہونے کی وجہ لکھتے ہیں کہ "عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب مختلف الاوزان دراہم کو دیکھا کہ بغلی درہم آٹھ دانگ کا ہے، طبری چار دانگ کا، مغربی تین دانگ کا، اور یمنی ایک دانگ کا ہے تو انہوں نے بغلی اور طبری دراہم جو زیادہ رائج تھے انہیں جمع کرنے کا حکم دیا، انہیں جمع کیا تو بادہ دانگ وزن نکلا تو انہوں نے اس کا نصف یعنی چھے دانگ لے لیے تو یوں اسلامی درہم چھے دانگ کا ہو گیا۔ اور جب اس میں 7 / 3 کا اضافہ کیا جائے تو مثقال کا وزن نکل آتا ہے اور جب دس مثقال میں 10 / 3 کی کمی کی جائے تو درہم کا وزن نکل آتا ہے تو یوں ہر دس درہم سات مثقال کے ہوئے۔(9)

لیکن مقریزی لکھتے ہیں کہ "عمر بن خطاب نے اپنے ابتدائی دور خلافت میں سکوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی بلکہ پرانی حالت بحال رکھی، پھر جب سن 18 ہجری کو بصرہ سے وفود آئے انہوں نے عمر بن خطاب سے اسکی ضرورت کے حوالے سے بات کی تو انہوں نے فارسی دراہم کے نقش اور صورت پر درہم بنانے کا حکم دیا، اور ساتھ یہ اضافہ کیا ہے کہ بعض دراہم الحمدللہ، بعض پر محمد الرسول اللہ، بعض پر لا الہ الااللہ وحدہ، اور بعض پر عمر لکھوا دیا، اور ہر دس درہم کا وزن چھے مثقال کے مساوی قرار دیا۔(10)

اور شاید یہی سمیری درہم تھے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درھم کا سائز چھوٹا کر دیا، جس کی وجہ یہ تھی کہ جب ان کے دور خلافت میں عراق، شام اور مصر فتح ہوئی تو مال کی ریل پیل ہوئی اور معاملات میں وسعت آگئی اور معاشی سرگرمیوں میں بھی تعدد اور تنوع پیدا ہو گیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر سکوں کی تعداد میں اضافے کی ضرورت محسوس کی، لہذا ضروریات کو پورا کرنے کی خاطر انہوں نے سکوں کو ڈھالنے کا فیصلہ کیا۔ بلاشبہ ان کے اس عمل میں بہت سے حکمتیں اور عوام پر احسان تھا، کیونکہ اس سے زمینوں کی پیداوار پر عائد ٹیکس میں بھی تخفیف آگئی، بالخصوص عراق کی اراضی کو تمام مسلمانوں کے لئے وقف کیا گیا تھا اور ان کے مالکان کو ان کی کاشت پر برقرار رکھ کر سالانہ اجرت کے طور پر ان سے ٹیکس وصول کیا جاتا جاتا، اگرچہ مصلحت کے پیش نظر اس کی مدت کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ (11)

8۔ المقریزی، شذور العقود، ص ۷

9۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۹۵۔ ۱۹۶

10۔ المقریزی، شذور العقود، ص ۷۔ ۸

11۔ الماوردی، الاحکام السلطانیۃ، ص ۲۱۹

مقریزی نے "اغاثہ الأمة" میں لکھا ہے کہ "امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے درہم کا سائز چھوٹا کر دیا اور قفیز بڑا کر دیا، اسی قفیز کے ذریعے فوج کے مشاہرات کے لئے ٹیکس وصول کیا جاتا تھا، جس سے لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا ہو گئیں۔(12)

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنے زمانے کے رائج اور مشہور بغلی اور طبری دراہم کو جمع کیا اور جو درمیانہ تھا اسے لے لیا اور رائج کر دیا. لہٰذا شروع ہوئے اسلام سے اس پر اجماع ہے کہ شرعی دس درہم سونے کے سات مثقال کے برابر ہوتے ہیں اور ایک اوقیہ میں چالیس درہم ہوتے ہیں تو اس لیے ایک درہم 10 / 7 دینار کے برابر ہوتا ہے۔(13)

لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان اوزان کے نئے سکے تیار نہیں کروائے۔(14)

لیکن مقریزی نے لکھا ہے کہ انہوں نے کسروی نقش پر اور اسی شکل کے دراہم تیار کروائے تھے، اور ان میں بعض اسلامی عبارات کا اضافہ کیا اور وہ درھم چھوٹا تھا اور دس درھم کا وزن کے چھے مثقالکے برابر تھا۔

تو مقریزی کی اس رائے کی رو سے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو درھم کی تیاری کے حوالے سے اوّلیت حاصل ہے، وہ سب سے پہلے شخص تھے جنھوں نے درھم تیار کیے۔

اور جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر آئے تو انہوں نے سکے بنوائے اور ان پر "اللہ اکبر" کی عبارت نقش کروائی۔(15)

یہ بھی منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اپنی خلافت کے اواخر میں سکے تیار کروائے، گویا وہ عربی طرز کے سب سے پہلے سکے تھے جو انہوں نے بصرہ میں 40ھ میں بنوائے تھے۔

۴۔ عہد بنو امیہ کی کرنسیاں

مقریزی کہتے ہیں کہ "معاویہ بن ابوسفیان نے اپنے دور خلافت میں 7 دانگ کے وزن کے برابر درہم بنوائے، جنہیں "السود الناقصة" کہا جاتا تھا۔(16)

اور جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مکہ میں گول درہم بنوائے جب کہ اس سے قبل موٹے اور چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں ہوا کرتے تھے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ڈھلائی کروائی، اور ایک طرف "محمد الرسول اللہ" اور دوسری طرف "امر اللہ بالوفاء والعدل" لکھوایا"

مقریزی فرماتے ہیں۔

جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں مقیم ہوئے تو انہوں نے گولائی میں درہم بنوائے، وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے گول درہم بنوائی اس سے قبل موٹے اور چھوٹے چھوٹے درہم ہوتے تھے، اور انہوں نے درھم کی ایک طرف "محمد الرسول اللہ" اور دوسری طرف "امر اللہ بالوفاء والعدل" لکھوایا۔(17)

12۔ المقریزی، تقی الدین احمد بن علی بن عبد القادر، ت ۸۴۵ھ، اغاثہ الاۃ بکشف الغمۃ، مطبعۃ لجنتہ التالیف والترجمۃ والنشر، القاھرۃ، مصر، ۱۹۵۷ھ، نشر محمد مصطفیٰ زیادۃ و جمال الدین الشیال، ص ۵۲

13۔ ابن خلدون، المقدمہ، ص ۲۶۳

14۔ الریس، محمد ضیاء الدین، الخراج والنظم المالیۃ للدولۃ الاسلامیۃ، نشر دار الانصار، القاھرۃ، مصر، ط/الرابعۃ، ۱۹۷۷م، ص ۳۴۵

15۔ المقریزی، شذور العقود، ص ۸

16۔ المقریزی، شذور العقود، ص ۹

17۔ ابن العماد، ابوالفلاح عبدالحہ بن العماد الحنبلی، شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، نشر المکتب التجاری للطباعۃ، بیروت، لبنان، ص ۹

نیز عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو جو عراق کے گورنر تھے انہیں 70ھ میں حکم دیا کے کسروی طرز پر درہم اور دیا تیار کروائے جائیں، اور حجاج بن یوسف کے زمانے تک یہی دراہم و دنانیر لوگوں میں رائج رہے، بعد ازاں حجاج نے انہیں تبدیل کر دیا اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خاتمے اور دونوں بھائیوں کی شہادت کے بعد ان سکوں پر پابندی عائد کر دی۔

بلاذری کہتے ہیں۔

سن 70ھ میں مصعب نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو کسروی شکل میں ڈھالا اور ایک طرف "برکت" اور دوسری طرف "اللہ" لکھوایا۔ بعد ازاں حجاج نے انہیں ختم کر دیا اور مصعب نے دنانیر بھی بنائے تھے۔(18)

لیکن خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے جتنے بھی بنائے گئے تھے وہ صرف کوشش تھی، اور ان سکوں پر رومی اور فارسی سکوں کا رنگ غالب تھا، اور ان میں کوئی جدت اور تبدیلی نہیں کی گئی تھی۔

۵۔ عبد الملک بن مروان کے عہد میں زر کی صورتحال

عبد الملک بن مروان سے پہلے رومی اور فارسی انداز کے سکے رائج تھے، ان رومی یا فارسی سکوں کو ختم نہیں کیا گیا تھا، عربی اور اسلامی طرز کے میں عبد الملک بن مروان کے عہد میں جاری کیے گئے۔

جب عبد اللہ بن زبیر اور وہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل کے بعد عبد الملک کے لیے حالات سازگار ہو گئے اور اس کی حکومت مضبوط ہو گی اور اس نے پورے عالم اسلام پر اپنا اثر رسوخ جمالیاں تو اس نے ملک کے انتظامی و مالی اداروں کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور انہیں اسلامی سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا، چنانچہ نقود کو بھی عربی طرز میں ڈھالا اور انہیں مسیحی اشارات اور انسانی تصویروں سے پاک کیا۔ کیونکہ کسی بھی قوم کی سیاسی اور اقتصادی خود مختاری اس قوم کی آزادی کے لیے ضروری ہوتی ہے، اور اقتصادی خود مختاری کے لئے اپنی کرنسی کا اجراء ضروری ہوتا ہے عبد الملک نے اسی ضرورت کے پیش نظر یہ اقدام کیا۔(19)

اس بات پر تو تقریبا مؤرخین کا اتفاق ہے کہ عبد الملک بن مروان ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے سونے اور چاندی کے سکوں کو عربی اور اسلامی انداز میں ڈھالا، لیکن تاریخ آغاز میں اختلاف ہے، اس بارے میں متعدد روایات ہیں ایک روایت کے مطابق اس نئی کرنسی کا اجراء سنہ 74ھ میں ہوا۔(20)

دوسری روایت کے مطابق اس کا آغاز 75 ہجری میں ہوا۔ اور تیسری روایت کے مطابق 76 ہجری میں ہوا.(21)

ان روایات میں یوں تطبیق پیدا کی جاسکتی ہے کہ اس نئے کرنسی کا آغاز تو 74 ہجری مطابق 693 عیسوی میں ہوا جس کے لیے خلیفہ عبد الملک بن مروان نے دمشق میں سکہ سازی کے لیے ایک مرکز قائم کیا جسے "دار الضرب" کہا جاتا تھا، اور یہیں سے عربی دینار جاری کیا، اسی طرح حجاج بن یوسف کو کوفہ میں دار الضرب بنانے کا حکم دیا، اور اسلامی درہ جس کا وزن چھ دانق ہوتا تھا وہ جاری کیا۔ اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ پاکستان کے مقامی میوزیم میں ایک دینار موجود ہے جس کی تاریخ اجراء 74ھ مطابق 693ھ درج ہے۔ باقی جو دوسری روایات ہیں ان کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ پورے عالم اسلام میں اس عربی و اسلامی زر کا رواج و عموم بعد میں ہوا۔(22)

18۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۵۰

19۔ عبد الرحمٰن فہمی محمد، النقود العربیۃ، مطبعۃ مصر، عام ۱۹۶۴م، ص ۳۴

20۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۵۱

21۔ الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲۵۶/۶

22۔ السیف، عبد اللہ بن محمد، الحیاۃ الاقتصادیۃ والاجتماعیۃ فی نجد والحجاز فی العصر الاموی، نشر مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ط/الثالثۃ، ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳م، ص ۱۳۹

اس کے ساتھ ساتھ اس بارے میں بھی مورخین کا اختلاف ہے کہ آخر کیا وجہ تھی کہ عبد الملک بن مروان نے اجنبی زر چاہے وہ رومی ہو یا فارسی کو چھوڑ دیا اور عربی و اسلامی زر جاری کیا، مورخین اس بارے میں متعدد اسباب بیان کرتے ہیں ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان کو کچھ ایسے دراہم و دراہم ملے جن کی تاریخ اجراء اسلام سے چار سو سال قبل کی تھی ان پر یہ عبارت کندہ تھی "باسم الاب والابن والروح القدس" باپ، بیٹا اور روح القدس کے نام سے ظاہر ہے یہ عبارت شرکیہ اور مسیحی ہے، اس لیے عبد الملک نے نئے سکے ڈھالے اور ان پر اللہ کا نام آیات قرآنیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک نقش کیا۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان سے پر عبارت کی ترتیب کیا تھی، ایک قول یہ ہے کہ ایک طرف لا الہ الا اللہ اور دوسری طرف محمد الرسول اللہ لکھا جاتا تھا، اور ہر سکے پر تاریخ اجراء بھی درج ہوتی تھی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے کئی ایک طرف " قل ھو اللہ احد " اور دوسری طرف " محمد محمد الرسول اللہ " لکھا جاتا تھا۔ تیسرا قول ہے کہ ایک طرف " اللہ احد " لفظ قل کے بغیر لکھا جاتا تھا۔

پھر جب یہ دراہم دنانیر عراق میں پہنچے تو حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ جس جانب " محمد الرسول اللہ " لکھا ہوا ہے اس طرف دراہم کے کناروں میں گولائی میں یہ آیت بھی لکھی جائے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰي وَدِيْنِ الْحَقِّ (23)(24)

دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ عبد الملک بن مروان نے روم کے بادشاہ کی طرف ایک مکتوب بھیجا۔ جس کی ابتدا میں یہ تحریر کیا۔ " قل ھو اللہ احد " اور ساتھ ہیں نبی صلی اللہ وسلم کا تذکرہ بھی لکھا، اور تاریخ بھی لکھی۔ روم کے بادشاہ کو یہ بات بہت بری لگی، اس نے کہا یہ کام چھوڑ دو ورنہ ہم اپنے دیناروں میں تمہارے نبی کے بارے میں ایسی باتیں لکھیں گے جو تمہیں ناپسند ہوں گی۔ یہ بات عبد الملک بن مروان پر بہت ہی گراں گزری تو اس نے اعیان مملکت سے مشورہ کیا، مشورے میں یہ طے ہوا کہ رومی دراہم اور دینار ترک کر کے اپنے سکے ڈھالے جائیں، چنانچہ اس نے پھر ایسے ہی کیا۔ (25)

مؤرخین کے مطابق بہر حال جو بھی اس کا سبب ہو میری نظر میں ایک سبب یہ بھی تھا (اگرچہ یہ بہت اہم نہ بھی ہو) کہ جب اسلامی ریاست کی حدود بہت وسیع ہو گئیں اور ریاست جن مشکلات میں گھری ہوئی تھی ان پر قابو پا لیا گیا، ریاست کی آمدنی میں بہت اضافہ ہو گیا، اور معاملات و تجارتی تبادلات وسیع ہو گئے تو خلیفہ عبد الملک جو ایک بیدار مغز بادشاہ تھا نے اسلامی ریاست کے تشخص، قوت اور یک جہتی کو اجاگر کرنے اور ہمسایہ ممالک چاہے وہ ترقی پذیر رومی ہو یا تباہ حال فارسی ان پر اپنی اقتصادی خود مختاری و خود انحصاری کے اظہار کے لئے معدنی زر کو عربی سانچہ میں ڈھالنے اور اس کی اصلاح کا عزم کیا، اور ظاہر ہے اس اقدام میں بہت فوائد تھے، مثلاً تمام اسلامی شہروں میں ایک ہی کرنسی رائج ہونا، وزن اور مقدار میں تمام سکوں کا برابر ہونا، اور کھوٹ ملاوٹ اور دھوکہ دہی سے تحفظ کا اطمینان ہونا، خصوصاً اس لئے بھی کہ اہل فارس کے حالات خراب ہونے کی وجہ سے ان کے سونے اور چاندی کسی کے خالص نہیں رہے تھے۔ (26)

بہر حال خلیفہ عبد الملک بن مروان نے عربی زر کے اجرا کا بہت اہتمام کیا، چنانچہ اس نے دناروں کے لیے شیشے کے ترازو بنوائے، حالانکہ اس سے پہلے پتھر کے تھے، تا کہ کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہو، اسی طرح اس نے سکوں کی ڈھلائی کے لیے خاص مراکز قائم

23۔ التوبۃ، ۹: ۳۳

24۔ المناوی، محمد بن عبد الرووف بن تاج العارفین بن علی المناوی القاھری، النقود والمکاییل والموازین، تحقیق، درجاء السامرائی، منشورات وزارۃ الثقافۃ، العراق، ۱۴۰۱ھ، ۱۹۸۱م، ص ۶۲

25۔ المقریزی، شذور العقود، ص ۱۱

26۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص ۱۹۶

کیے، جو، دارالضرب" کہلاتے تھے، اور اکثر اسلامی شہروں میں ان کو عام کیا، جیسے مصر، دمشق، کوفہ، بصرہ وغیرہ، اور یہ سب کچھ اس لیے کیا جارہا تھا کہ زر کی عمدگی، صفائی اور سلامتی کا تحفظ ہو، یہاں تک کہ عبدالملک کے عہد میں زر اپنی عمدگی اور صفائی میں اعلی درجہ پر پہنچ گیا تھا

اسی طرح اس سکوں کی ڈھلائی میں اس بات کا بھی خیال رکھا گیا تھا کہ وہ شرعی اوزان اور مقداریں جن پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور امت نے اس کو قبول کیا ہے یہ سکے ان اوزان اور مقادیر کے موافق ہو، کیونکہ بہت سے شرعی مسائل ان سے وابستہ ہیں جیسے زکوۃ، مہر اور خراج وغیرہ۔

ابن خلدون فرماتے ہیں "اسلام کے آغاز ہی سے عہد صحابہ و تابعین سے اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ درہم شرعی ہے جو دراہم سونے کے سات مثقال کے برابر ہو اور ایک اوقیہ چالیس درہم ہوں، اسی طرح درہم شرعی کے سات اعشار (7/10) بنتا ہے۔ اور سونے کے مثقال کا وزن 72 جو کہ دانے کے برابر بنتا ہے۔ اور درہم جو مثقال کا دس میں سے سات (7/10) حصے بنتا ہے وہ 50 جو کے دانے اور ایک دانے کا خمس بنے گا، اور یہ سب کے سب مقداریں اجماع سے ثابت ہیں۔(27)

نیز ابن خلدون لکھتے ہیں کہ "لوگوں کا اس بارے اختلاف ہے کہ یہ مقداریں عبدالملک نے مقرر کی تھی جو اس کے بعد لوگوں کا اس پر اجماع ہو گیا تھا، تو متاخرین محققین نے اس تصور کا بڑی شدت سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ شرعی درہم و دینار عہد صحابہ و تابعین بعد میں مجہول یعنی (غیر معلوم المقدار) حالانکہ بہت سے حقوق شرعیہ جیسے زکوۃ، نکاح اور حدود میں غیرہ ان سے وابستہ ہیں جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا۔

حق بات یہ ہے کہ درہم و دینار دونوں کی مقداریں اس عہد میں معلوم تھی، کیونکہ بہت سے حقوق شرعیہ ان مقداروں سے وابستہ ہیں، لیکن خارج یا واقع میں ان مقداروں کی دراہم و دنانیر موجود نہیں تھے، ان کے ذہن میں حکم شرعی کے مطابق ایک مقدار اور وزن مقرر تھا، لیکن خارج میں اس طرح نہیں تھا، پھر جب اسلام مضبوط تناور شجر بن گیا، اور عظیم اسلامی ریاست وجود میں آگئی، تو حالات کا تقاضہ ہوا کہ ان دونوں کی جو شرعی مقداریں ہیں خارج میں بھی اس کی مقدار و کے دنانیر بدراہم بنائے جائیں، تاکہ لوگ مقداروں کے جھنجھٹ سے آزاد ہوں، اور یہ صورت حال عبدالملک کے عہد میں پیدا ہوئی، چنانچہ اس نے ان مقداروں کے مطابق خارج میں بھی انہیں متعین کر دیا، جیسا کہ ذہن میں موجود تھا۔ اور شہادتین کے بعد اپنا نام اور تاریخ ان پر نقش کرا دی، اور زمانہ جاہلیت والے ہر طرح کے زر کو بالکلیہ ترک کر دیا، یہاں تک کہ ان کا نام ونشان ہی ختم ہو گیا، یہی بات حق ہے اس سے فرار نہیں کیا جاسکتا۔(28)

پھر عبدالملک نے اجنبی دراہم و دنانیر سے معاملہ کرنا ممنوع قرار دیا، اور یہ حکم جاری کیا کہ جو شخص اس کے جاری کردہ دراہم و دنانیر کے علاوہ کسی سے معاملہ کرے، اس پر تعزیر جاری کی جائے، اور اطراف مملکت میں یہی فرمان تمام عمال کے نام جاری کر دیا۔(29)

متعدد تاریخی مصادر میں بعض اسلاف سے ایسی روایات منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالملک کے نقود اوزان شرعیہ کے مطابق تھے، ان اسلاف نے ان نقود کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ ان سے تعامل بھی کیا۔

اسی سلسلہ میں حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کتنے دیناروں میں زکوۃ واجب ہوتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہر 20 شامی مثقال میں نصف مثقال واجب ہے، سائل نے کہا شامی مثقال کو مصری پر کیا فوقیت حاصل

27۔ ابن خلدون، المقدمہ، ص ۲۶۳

28۔ ابن خلدون، المقدمہ، ص ۲۶۳

29۔ البیہقی، ابراھیم بن محمد، المحاسن والمساوئ، مکتبۃ نھضۃ مصر و مطبعتھا، القاھرۃ، مصر، تحقیق، محمد ابو الفضل ابراھیم، ۲/۲۳۶

ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کے شامی مثقال ہی کی بنیاد پر دینار ڈھالے جاتے ہیں، کیونکہ عبد الملک کے دینار ڈھالنے سے قبل دیناروں کا وزن یہی شامی مثقال ہوتا تھا، جو کہ ایک دانہ کم 22 قیراط تھا، نیز حضرت سعید فرماتے ہیں مجھے یہ معلوم ہے، دمشق دینار بھیجے گئے پھر ان کی بنیاد پر نئے دینار ڈھالے گئے۔(30)

اسی طرح علامہ بلازری دراہم ودنانیر کے بارے میں بعض اسلاف کا یہ قول نقل کیا ہے، عبد الملک کے دنانیر و دنذنیر مدینہ منورہ میں پہنچے اس وقت مدینہ میں صحابہ کی ایک جماعت اور تابعین موجود تھے لیکن کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔(31)

علامہ مقریزی کہتے ہیں۔"عبد الملک نے دینار کا وزن شامی قیراط کے مطابق ایک دانہ کم 22 قیراط مقرر کیا اور ایک درھم کا وزن پورے پندرہ قیراط قرار دیا، ایک قیراط چار دانے ہوتا ہے، اور ایک دانگ کا وزن ڈھائی کی رات قرار دیا، اور پھر حکو جو اس وقت عراق میں تھا لکھا کہ تم بھی اپنے علاقے میں اسی طرح کے سکے ڈھالو، چنانچہ اس نے بھی اس کے مطابق نئے سکے ڈھالے، اور پھر یہ عبد الملک کے ڈھالے ہوئے درہم و دنانیر مدینہ منورہ پہنچے، جہاں کچھ صحابہ رضوان اللہ علیہم بھی موجود تھے، کیا تو انہوں نے ان پر کوئی اعتراض نہ کیا سوائے ان کے نقش کے، کیونکہ ان میں تصویر بھی تھی تو تصویر کی وجہ سے ان کے نفس پر اعتراض کیا، جبکہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے اندر دنانیر و دراہم کے ساتھ بغیر کسی اعتراض و نکتہ چینی کی خرید و فروخت کرتے تھے،(32)

نیز مزید لکھتے ہیں "عبد الملک نے مثقال کو بھی معیار بنایا، اس لیے یہ ہمیشہ سے اس کی مقدار متعین رہی ہے، وہ یہ کہ چھ دانگ والے دس درہم سات مثقال کے برابر ہوتے ہیں، عبد الملک نے اس میں کوئی تبدیلی نہ کی بلکہ اسے جاری وساری رکھا۔

عبد الملک کے بنائے ہوئے دراہم کی تین امتیازی خوبیاں تھیں۔

- ہر سات مثقال دس درہم کے برابر ہوتے۔
- چھوٹے اور بڑے دراہم کو برابر کر دیا اور درہم کی مقدار چھ دانگ ہوگی۔
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ کے لیے جو درہم کے اعتبار سے نصاب مقرر کیا یہ اس کے بالکل موافق تھے۔
- پھر اسی کے مطابق رواج چل پڑا اور امت نے اس کو قبول کیا۔(33)

مذکورہ بحث سے یہ بات سامنے ہے کہ عبد الملک بن مروان میں زر کی اصلاح کی اور اسے عربی سانچے میں ڈھال دیا، اس نے پوری کوشش کر کے اجنی عبارات اور مسیحی عبارات والے نقود کو ختم کر کے ایسے نقود جاری کیے جو اسلامی عبارات و نقوش کے حامل تھے، جن سے اللہ تعالی کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اثبات ہوتا تھا، نیز ان پر سن اجراء اور جاری کرنے والے مسلمان خلیفہ کا بھی نام درج ہوتا تھا۔

فائدے کے طور پر یہ بات بھی معلوم رہے ہیں کہ دینار یا مثقال شرعی جن پر امت کا اجماع رہا ہے اور وہ بدستور امت میں جاری رہا ہے، جدید اوزان کے مطابق تقریبا پچیس گرام وچالیس گرام ہوتا ہے تھوڑا بہت کاریگری کے باعث اوپر نیچے ہوتا ہے۔(34)

عبد الملک بن مروان کے بعد خلفائے بنی امیہ اسلامی نقود کے اجراء میں اسی کے نقش قدم پر چلتے رہے، اور اس میں کوئی بڑی

30۔ الطبری، تاریخ الامم والملوک، ۲۵۶/۶

31۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص۴۴۸

32۔ المقریزی، شذور العقود، ص۱۰۔۱۱

33۔ المقریری، اغاثۃ الأمۃ، ص۵۶

34۔ علی باشا مبارک، المیزان فی الاقیسۃ والاوزان، مطبعۃ بولاق، ۱۳۰۹ھ، ص ۳۲

تبدیلی نہیں کی، البتہ ولید بن عبد الملک نے ایک نیا معدنی زر جو نصف دینار کے برابر ہوتا تھا 92ھ بمطابق سن 710ء میں جاری کیا، اسی طرح سکوں کی کتابت اور نقش میں کچھ گولائی پیدا کردی گئی اور اس میں بسم اللہ کا اضافہ بھی کیا۔ اور چونکہ خلفاء اور والیان کی طرف سے اس بات کی بڑی سختی کی گئی کہ نقود کو ہر طرح کی کھوٹ اور ملاوٹ سے محفوظ رکھا جائے، اور ان کے وزن کو باریک بینی کے ساتھ پورا پورا رکھا جائے، اس بات کا نتیجہ یہ تھا کہ عہد بنو امیہ میں ہبیرہ سکے، خالدی سکے اور یوسفی سکے عہد بنو امیہ کے عمدہ ترین نقود ترین قرار پائے۔(35)

اس کے بعد خلافت بنوامیہ کے سقوط سن 132ھ تک یہی معیار مسلسل برقرار رہا.(36)

۶۔ عہد بنو عباس کی کرنسیاں

دولت عباسیہ کے قیام کے بعد عباسی خلفاء زر کے اجراء میں تقریباً اسی طریقے پر گامزن رہے جو عہد بنو امیہ میں رائج تھا، کیونکہ کیسے ایک طویل عرصے تک سونے کے دینار انہیں عبارات کے ساتھ ڈھالے جاتے رہے جو اموی دور میں موجود تھیں سوائے تاریخ اجراء اور عباسی خلفاء کا نام لکھنے کے، البتہ دینار میں سے کچھ حصہ کاٹ کر رضا تھوڑا سا کم کر دیا گیا۔(37)

نیز اموی دور کے نقود کے ساتھ عباسی دور کے آغاز میں تعامل جاری رہا۔ اور خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی خراج وغیرہ میں ان کو قبول کرتا تھا خصوصاً ہبیری، خالدی اور یوسفی نقود، کیونکہ یہ بنوامیہ کے عمدہ ترین نقود تھے جیسا کہ پہلے گزرا۔(38)

پھر بعد کے مختلف ادوار میں عالم اسلام کے مختلف خطوں میں جو بھی نقود ڈھالے گئے وہ بڑی حد تک ابتدائی عباسی دور کے نقود سے ملتے تھے، کیونکہ یہ سب عربی عبارات، قرآنی آیات اور ایسی تحریروں پر مشتمل ہوتے جو توحید اور رسالت محمدی کے اثبات پر دلالت کرتیں مثلاً "لا الہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ" "محمد الرسول اللہ" اس کے ساتھ ساتھ سن ہجری کے اعتبار سے تاریخ اجراء اور خلیفہ، حاکم یا سلطان کا نام جنکے عہد میں وہ جاری ہوا تھا درج ہوتا۔

پھر یہ صورتحال جاری رہی یہاں تک کہ مصر میں 923ھ میں حکومت قائم ہوگئی اور عہد غلاماں جن میں نظام زر لاقانونیت کے انتہا کو پہنچا ہوا تھا، ختم ہوگیا۔ چنانچہ سلاطین آل عثمان نے کلمات توحید، رسالت، اور آیات قرآنیہ کو ختم کردیا۔ اس کی وجہ یہ بتائی کے یہود ونصاریٰ اور دیگر ملحدین ان نقود سے تعامل کرتے ہیں اور گندگی میں ملوث کرکے ان کی بے حرمتی کرتے ہیں، خصوصاً جب وہ قضائے حاجت کیلئے بیت الخلا انہیں لے جاتے ہیں۔ اس لیے عثمانی خلفاء نے ان مقدس کلمات کی جگہ شاہانہ فخریہ القاب عثمانی سلطان کے لیے لکھ دیے۔ مثلاً "صاحب العز والنصر في البر والبحر"، "سلطان البرین، بر آسیا وبا آوربا"، "خاقان یا رئیس البحرین البحر المتوسط والبحر الاسود" وغیرہ. (39)

اسی دوران عربی نقوی شکل، وزن اور مقدار میں ترکی نقود کے ساتھ منسلک ہوگئے۔

بہرحال عالم اسلام اور دیگر ہمسایہ ممالک کے نقود اسی طرح چلتے رہے، یہاں تک کہ جدید معاشی نظام تیزی سے بڑھنے لگا اور بعض اسلامی ممالک میں بینک وجود میں آگئے، جو کاغذی نوٹ جاری کرنے لگے، ان کاغذی نوٹوں پر سونے کی باریک تہہ چڑھی ہوئی ہوتی

35۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۵۱

36۔ الطبری، تاریخ، ۴۱۲/۷

37۔ المقریزی، شذور العقود، ص ۱۷

38۔ البلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۵۱

39۔ عبد الرحمٰن فہمی، النقود العربیہ، ص ۱۱۲

تھی۔ اس کے بعد زر کا موجودہ جدید نظام بڑی تیزی سے تمام اسلامی ممالک میں پھیل گیا، اور ہر ریاست اپنے نقود ڈھالنے میں خود مختار ہو گئی۔ کیونکہ اب کرنسی کا اجراء صرف مرکزی بینک ریاست کی نگرانی میں ہی کر سکتا تھا، اور مرکزی بینک میں ایسے رجال کار مختص کئے جاتے ہیں جو اقتصادیات کے ماہر ہوتے ہیں جو ضرورت سے زیادہ نوٹ جاری کرنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ ایسا کرنے سے ملک میں افراط زر کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں ملک میں بے تحاشہ مہنگائی بڑھتی ہے، اور کرنسی کی ویلیو ڈون ہونے کی وجہ سے کرنسی پر اعتماد نہیں رہتا، اس لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ نوٹوں کا اجراء خصوصی ادارے کے تحت منظم اور جامع حکمت عملی کے تحت ہو۔ اسلامی نقود کے اس تاریخی جائزہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی حکومتوں کے ہر دور میں جو بنیادی نقود تھے وہ سونے کے دینار اور چاندی کے درہم رہے ہیں۔ ان دوہی سے محنت و عمل کی قیمت کا تعین ہوتا، اشیاء کی قیمتیں طے ہوتیں اور سرمایہ ان کی شکل میں ہوتا۔ تاہم کے ساتھ بعض ذیلی کرنسیاں بھی موجود تھیں جیسے فلوس وغیرہ۔

اسی طرح مصر میں صرف سونے کے دینار سے تعامل ہوتا تھا، علامہ مقریزی مصر کے بارے میں فرماتے ہیں۔ "مصر میں ہمیشہ سے رائج الوقت سکہ صرف سونا رہا زمانہ جاہلیت میں بھی اور اسلامی ادوار میں بھی"(40)

مزید لکھتے ہیں "جو شخص بھی مصر کے حالات میں گہری نگاہ سے غور کرے گا تو اسے یہ نظر آئے گا کہ مصر میں رائج کرنسی ہمیشہ سے سونا رہا ہے یہاں تک کہ جب مملکت مصر کمزور ہو گی تو اس وقت مصر میں درہم کا نام مشہور ہوا۔(41)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی حکومتوں میں سونا اور چاندی دونوں سے تعامل جاری رہا، یہاں تک کہ کاغذی نوٹ دنیا بھر میں متعارف ہوئے، اور آلہ تبادلہ کے طور پر انہیں قبول عام حاصل ہو گیا۔

۷۔ سودی عرب میں کرنسی کی تاریخ

ایک متحدہ ریاست کی شکل میں آنے سے پہلے مملکت سعودی عرب کے اکثر شہروں میں جو غالب کرنسی رائج تھی وہ حجاز کی ہاشمی حکومت کی طرف سے جاری کردہ چاندی کے ریال اور تانبے کے قرش تھے، البتہ ان کے ساتھ ساتھ انگریزی پاؤنڈ، ترکی عثمانی 'مجیدے' ہندوستانی روپے اور ماریا ٹریسا کے ریال بھی چل رہے تھے۔

پھر جب سعودی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے سب سے پہلے 1343ھ میں معدنی زر" قرش، نصف قرش اور ربع قرش جاری کیا۔ اس کے بعد 1345ھ میں عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود نے چاندی کی ایک کرنسی جاری کرنے کا حکم دیا جو صرف سعودیہ کے لیے خاص تھی، لیکن عملی طور پر اس کرنسی کا اجراء 1346ھ میں مکہ مکرمہ سے ہوا، اور اس نئی کرنسی کا نام "عربی سعودی ریال" رکھا گیا، اس ریال کی ایک طرف "عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود ملک الحجاز ونجد ملحقاتہا" لکھا گیا اور دوسری جانب ایک عربی ریال جو مکہ مکرمہ سے 1346ھ میں جاری ہوا، یہ عبارت لکھی گئی۔ ایک ریال کی ساتھ ساتھ نصف ریال، ربع ریال بھی جاری ہوئے، اور یہ دونوں بھی خالص چاندی کے تھے، جبکہ سونے کے انگریزی پونڈ کو معیار قرار دیا، دس عربی ریال کی قیمت ایک انگریزی پونڈ کے برابر قرار دی گئی۔

اسی طرح چاندی کے سعودی ریال کے اجزاء بھی بنا دیے گئے کہ ایک ریال گیارہ "امیری قرش" کے برابر ٹھہرایا گیا، اور ایک "امیری قرش" عام مروجہ دو قرش کے برابر ہوتا تھا، تو اس طرح سعودی ریال بائیس عام قرش کے مساوی ہو گیا۔

پھر جب بیسویں صدی کی دوسری دہائی کے اواخر اور تیسری دہائی کے اوائل میں ریاستہائے متحدہ امریکہ مالی اور اقتصادی

40۔ المقریزی، شذور العقود، ص ۲۱

41۔ المقریزی، شذور العقود، ص ۲۳

مشکلات کا شکار ہوا اور طلب بڑھنے کی وجہ سے چاندی کی قیمت بڑھ گئی تو ریال میں موجود چاندی کی مالیت اس کی قانونی قیمت سے بڑھ گئی، اس صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض لوگوں نے سعودی ریالوں کو دوسرے ممالک میں اسمگل کرنا شروع کر دیا تاکہ وہاں صرف چاندی کے ایک ٹکڑے کے طور پر انہیں بیچا جاسکے۔

اس اسمگلنگ کی روک تھام کے لیے حکومت سعودیہ نے 1355 ہجری موافق 1935 عیسوی میں چاندی کے نئے ریال جاری کرنے کا فیصلہ کیا جو پرانے ریال کے مقابلے میں نصف چاندی پر مشتمل تھا، اس لیے اس نئے ریال کا حجم پرانے ریال سے کم ہو گیا، اور پرانے ریال کو ملک بھر سے جمع کر کے سونے کے پاؤنڈ سے تبدیل کر دیا گیا، لیکن اس لیے چاندی کے ریال کا وزن 180 گرام تھا، جبکہ اس کی قانونی قیمت ڈھلائی اور نقل وحمل کے اخراجات شامل کر کے اس میں موجود چاندی کی قیمت کے برابر کر دیا گیا۔(42)

اس کے بعد دو شاہی حکم ناموں (نوٹیفیکیشن) نمبر 1, 4, 30; 1046_1047. تاریخ 25 رجب 371ھ موافق 20 اپریل 1952ء کے بموجب سعودیہ میں "مؤسسہ النقد العربي السعودي" (سعودی عرب کے 'زر' کے اجرا کا ادارہ) قائم ہوا۔ جب کہ اس ادارے کے قائم کرتے وقت سعودیہ میں سونے اور چاندی کے معدنی زر کا نظام چل رہا تھا، کیونکہ ایک طرف چاندی کے ریال جاری تھے تو ساتھ میں سونے کے انگریزی پاؤنڈز بھی رائج تھے،

اسی سال 1371 ہجری میں ہی اس ادارے نے اس سونے کے سعودی پاؤنڈز جاری کرنا شروع کر دیے تاکہ انگریزی پاؤنڈز کی جگہ ان کو جاری کیا جاسکے۔ اور یہ سعودی پاؤنڈز وزن، صفائی، باریکی اور کھرے پن میں انگریزی پاؤنڈز کی طرح تھے، "مؤسسۃ النقد" نے ایک سعودی پونڈ کی قانونی قیمت چالیس سعودی ریال مقرر کی۔

اس طرز عمل سے بتدریج غیر ملکی کرنسیوں سے خلاصی ہوئی۔(43)

باقی یہ کاغذی زر کا آغاز سعودیہ میں 1372ھ موافق 1953 عیسوی کو ہوا۔ اس کی ابتدا حجاز کی رسیدوں سے ہوئی، دس ریال، پانچ ریال پھر ایک ریال کی رسیدیں جاری ہوئی تھی۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ آنے والے حجاج کے لیے ان رسیدوں نے تجارتی معاملات بہت آسان کر دیے، اور سعودیہ کے شہریوں نے بھی ان رسیدوں سے معاملات شروع کر دیے جن سے ان رسیدوں کو قبول عام حاصل ہو گیا، اور یہ رسیدیں کاغذی زر کا کام دینے لگیں، اس طرح قانونی طور پر کاغذی کرنسی جاری کرنے کا راستہ ہموار ہو گیا۔ چنانچہ "مؤسسۃ النقد" نے محرم 381ھ موافق جون 1961ء باقاعدہ طور پر کاغذی نوٹ جاری کر دیئے لیکن کاغذی نوٹ اتنے ہی جاری کیے جتنا ان کے پاس سونا محفوظ تھا، دنیا بھر میں یہی اصول چل رہا تھا۔

اس کے بعد شاہی حکم نامہ نمبر 6 تاریخ یکم رجب 1379 موافق 21 دسمبر 1959ء کے بموجب ملک بھر سے سونے اور چاندی کے سکے جمع کر کے ان کی جگہ کاغذی نوٹ جاری کر دیئے گئے۔ اسی طرح اس وقت مکمل طور پر معدنی زر کا استعمال ترک کر دیا گیا، اور کاغذی زر نے اس کی جگہ لے لی۔(44)

بیسویں صدی کے آخری ربع میں سعودی نظام زر ایک ترقی یافتہ شکل میں پہنچ جاتا ہے اور سعودی کرنسی ایک مستحکم کرنسی اور

42۔ سید محمد حامد، تطور النظام البنکی المرکزی فی المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ترجمۃ، د، حسن یاسین، اادارۃ البحوث والاستشارات، معھد الادارۃ العامۃ، الریاض، ۱۳۹۹ھ، ص ۱۴

43۔ ایضاً، ص ۱۶

44۔ مؤسسہ النقد العربی السعودی، نشاتہا اہدافہا وظائفہا، ص ۳، ناشر، ادارہ الاقتصاد الدولی

بینکاری نظام کا ایک راسخ اور تیزی سے شرح نمو بڑھانے والا ذریعہ بن جاتا ہے۔

"مؤسسۃ النقد" کا سعودی نظام زر کو ترقی دینے میں بنیادی اور دور رس کردار رہا ہے، جس طرح اس ادارے نے اس سعودی نظام زر کو ترقی کے اعلیٰ پیمانے پر پہنچایا ہے، اس طرح یہ ادارہ خود بھی ترقی پذیر رہا اور ایک مستحکم ادارے کی شکل میں ظاہر ہوا، اور مرکزی بینک کی تمام صلاحیتیں اس ادارہ کو بدرجہ اتم حاصل ہو گئیں، وقت کے ساتھ ساتھ اس ادارے میں بہت بڑی تبدیلیاں ہوتی رہیں، اور اس کی ذمہ داریاں بھی کئی گناہ بڑھ گئیں، اس کے ساتھ ساتھ عالمی نظام زر میں مملکت سعودی عرب کی اہمیت بہت بڑھ گئی۔

مذکورہ ادارے نے وہ تمام صلاحیت حاصل کر لی جو اسے اپنی بنیادی ذمہ داریوں اور سعودی اقتصادی نظام کے لیے ضروری تھیں، اور یہ انتظامی ڈھانچہ ان عادلانہ قوانین کے تحت وجود میں آیا جو شاہی حکم نامہ نمبر 23 تاریخ 23 جمادالاول 1377 ہجری بمطابق 15 دسمبر 1957ء میں صادر ہوئے۔ اسی طرح نظام زر سے متعلق شاہی حکم نامہ نمبر 6 رجب 1379ھ بمطابق 31 دسمبر 1958 کے بموجب بینک کاری نظام کی نگرانی سے مطالعے کا شاہی حکم نامہ نمبر 225 صفر 1386ھ بمطابق 11 جون 1966ء کے بموجب یہ سب تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

خلاصہ کلام

یہ ایک حقیقت ہے کہ کرنسی لوگوں کے لین دین کی بنیاد ہے، اور یہی لین دین دولت اور معاشرت کی بنیاد ہے اور کرنسی مختلف اشیا اور خدمات کا ثمن ہے اور تمام تر ادائیگیوں کا ذریعہ بھی ہے۔

بغیر کرنسی کے تجارتی سرگرمیاں انجام دینا ممکن نہیں ہے اور بغیر کرنسی کے تجارتی سرگرمیاں جمود اور ابتری اور مندے کا شکار ہو جاتی ہیں۔ لہذا کوئی معاشی نظام کرنسی کو کام میں لائے بغیر احسن طریقے سے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکتا۔

کرنسی اپنی طویل تاریخ میں بے شمار صورتیں تبدیل کرتے کرتے آج کی موجودہ شکل میں موجود ہے، ذیل میں اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اول۔ مقایضہ یا تبادلہ: یعنی کرنسی کے وجود میں آنے سے قبل لین دین کی صورت یہ تھی کہ لوگ براہ راست سامان کا تبادلہ کر لیا کرتے تھے لیکن اس نظام میں بہت سی دشواریاں تھیں۔

زر بضاعتی (کموڈیٹ منی): اس نظام نے لوگوں نے ایسی مختلف اشیاء کو بطور ثمن تبادلے کا ذریعہ بنایا جو ہر جگہ دستیاب ہوتی تھی اور لوگ اسے قبول کرنے لگے۔

اسلام سے قبل عربوں کے لئے لین دین کے لئے کوئی خاص مالیاتی یونٹ نہیں تھا، بلکہ اس وقت رائج جو کرنسی تھی وہ رومن دینار، فارسی درہم اور کہیں کہ یہ حمیری درہم استعمال ہوتے تھے، اور جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اپنے دور میں مسلمان انہی فارسی، رومی اور دیگر رائج کرنسیوں کے ذریعے ہی لین دین کیا کرتے اور معاملات نمٹاتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی خلافت کے دور میں مسلمان انہی روم میں دینار اور فارسی درہم سے لین دین کرتے رہے۔ عہد بنو امیہ میں عبد الملک بن مروان سے پہلے رومی اور فارسی انداز کے سکے رائج تھے، ان رومی یا فارسی سکوں کو ختم نہیں کیا گیا تھا، عربی اور اسلامی طرز کے میں عبد الملک بن مروان کے عہد میں جاری کیے گئے۔ دولت عباسیہ کے قیام کے بعد عباسی خلفاء زر کے اجراء میں تقریباً اسی طریقے پر گامزن رہے جو عہد بنو امیہ میں رائج تھا، خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی حکومتوں میں سونا اور چاندی دونوں سے تعامل جاری رہا، یہاں تک کہ کاغذی نوٹ دنیا بھر میں متعارف ہوئے، اور آلہِ تبادلہ کے طور پر انہیں قبول عام حاصل ہو گیا۔

جدید نظاموں میں مرکزی بنک کسی بھی ملک کا ایک بنیادی ادارہ ہوتا ہے جو ملک کی تمام معاشی سرگرمیوں کی نگرانی کرتا ہے اور کرنسی کا اجراء صرف مرکزی بنکوں ہی کے دائرہ اختیار میں ہوتا ہے اور تاکہ ملک میں جاری کرنسی میں یکسانیت ہو تاکہ ملک میں افراط زر کے نتیجے میں مہنگائی کی صورت حال پیدا نہ ہو۔اور معاشی سرگرمیاں فطرتی نہج پر رہیں۔

عصر حاضر کے فقہاء نے کاغذی کرنسی کی حقیقت اور حکم پر بحث کی ہے، چونکہ فقہامیں کاغذی کرنسی کی حقیقت میں اختلاف ہے اسی وجہ سے اس حوالے سے فقہاء کے نظریات بھی مختلف ہیں۔ تاہم تمام تر بحث اور تحقیق کے بعد اس حوالے سے سعودی عرب کے بڑے وعلماء کی اکثریت کی رائے مضبوط اور وزنی معلوم ہوتی ہے کہ کاغذی کرنسی میں واضح طور پر ثمنیت موجود ہے، اور اسی طرح کاغذی نوٹ سونے چاندی اور دیگر اثمان کی طرح بذات خود ایک نقدی کی حیثیت رکھتے ہیں۔اور ہر ملک کی کرنسی ایک مختلف جنس کے حیثیت میں ہے اور ہر کاغذی کرنسی مستقل بذات خود ایک جنس ہے.

کسی بھی معاشی نظام میں بینکنگ اور کرنسی کا شعبہ نظریاتی خلا میں کام نہیں کرتا بلکہ یہ ایک فلسفے، اس نظام کے عقیدے اور دین پر مبنی ہوتا ہے۔لہذا جب مالیاتی پالیسی ریاست کی اقتصادی نظام سے منسلک ریاست کی سرکاری معاشی پالیسی کی فرع ہے لہذا اسلامی معاشی نظام کے اندر مالیاتی پالیسی دین اسلام کے تابع ہوتی ہے اور انہی خصوصیات کی حامل ہوتی ہے اور اس کے وسائل اور اہداف کی بنیاد اسلام ہی ہوتا ہے۔اور یہ موجودہ معاشی نظاموں سے یکسر مختلف ہے۔اسلامی معیشت میں مالیاتی پالیسی اقتصادی ترقی اور سماجی مساوات کے حصول کے لیے سرمایہ کاری پر مبنی ہوتی ہے، جبکہ سودی معیشت میں مالیاتی پالیسی کی بنیاد شرعاحرام سود کی بنیاد پر قرضوں کے لین دین پر مبنی ہوتی ہے۔جب کہ اسلام میں سودی لین دین ممنوع ہے۔